الہدایہ
(مزارات پر قبہ جات کی شرعی حیثیت)
حضرت علامہ مولانا

حق حق حق

الہدایہ

(مزارات پر قبہ جات کی شرعی حیثیت)

مصنف

امام المتأخرین قیام الملت والدین

حضرت علامہ شاہ قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ

تخریج وتعارف

مولانا وسیم اختر مصباحی استاد جامعہ چشتیہ

ناشر:

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ

المتعلقہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف

ضلع فیض آباد، یو پی

نام کتاب	:	الهداية (مزارات پر قبہ جات کی شرعی حیثیت)
مصنف	:	امام المتأخرین حضرت علامہ عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ
تقدیم	:	مفتی احمد رضا مصباحی سابق استاد جامعہ چشتیہ
تخریج وتعارف	:	مولانا وسیم اختر مصباحی استاد جامعہ چشتیہ
صفحات	:	۴۸
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۴ء
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)
کمپوزنگ	:	محمد عامر بن عبد الکلیم صدیقی چشتی صابری

Mob. : 9807047986, infoaamir13@gmail.com

باہتمام طباعت	:	نور پرنٹرس، لکھنؤ موبائل : ۹۳۳۶۶۲۸۷۳۵
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ ردولی شریف، ضلع فیض آباد
ہدیہ	:	

Phone/Fax:- 05241-235110

Email:- jamiachishtia@yahoo.co.in

Web: www.makhdoom-e-rudauli.org

حق حق حق

عرض ناشر

جامعہ چشتیہ حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی علیہ الرحمہ کی روحانی یادگار اور بزرگان چشت کے مشن کا پاسباں ہے، جو انتہائی قلیل مدت میں اپنے منظم تعلیمی نظام کی وجہ سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس کے ذیلی شعبہ جات میں سے شعبۂ نشر و اشاعت جو تحریری اور تصنیفی میدان میں سرگرم ہے۔

چونکہ جامعہ چشتیہ کا شعبۂ نشر و اشاعت علماء کبار بالعموم اور علماء فرنگی محل بالخصوص کی وہ کتابیں جو عقائد اہل سنت و جماعت اور معمولات سواد اعظم کے متعلق ہیں، ان کی نشر و اشاعت کا عہد کر چکا ہے اور اسی لئے اب تک عقائد و مسلّمات کے متعلق بیس سے زائد کتابیں منظر عام پر لا چکا ہے۔ اس سال شعبۂ نشر و اشاعت نے دو کتابیں طباعت کی دہلیز تک لانے کا ارادہ کیا ہے ایک آیت مودت، دوسری الھدایۃ۔

زیر نظر رسالہ الھدایۃ فرنگی محل کے ایک زبردست محقق حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہٗ کی ایک تحقیق ہے جس میں حضرت مولانا نے قرآن و حدیث اور اقوال علماء کبار سے قبہ جات پر کلام کیا ہے اور مزارات پر گنبد بنانے کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

اس میں مولانا وسیم اختر مصباحی نے تخریج وتعارف پر کام کیا ہے جبکہ دلائل سے آراستہ ایک مقدمہ مفتی احمد رضا مصباحی سابق استاد جامعہ چشتیہ کی تحریری کاوش ہے۔
مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خدمت علم دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

نیاز احمد اشرفی

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ
۵ر جنوری ر ۲۰۱۴ء

حق حق حق

کلمات تبریک

ترکیوں کے بعد آل محمد بن عبدالوہاب نجدی اور آل محمد بن سعود نجدی کی سازشوں اور متحدہ کوششوں سے حرمین شریفین پر غاصبانہ قبضہ ہوگیا۔ اس تحریک نے اپنے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ کے ذریعہ قبائل نجد کو مجتمع کر کے ایک زبردست مذہبی و سیاسی طاقت پیدا کر لی۔ اس نے مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ ایک نیا محاذ کھولا اور علماء متقدمین و متاخرین کے صدیوں پرانے معمولات پر انگشت نمائی کرنے لگا۔

انہیں میں سے ایک مسئلۂ قبہ جات ہے جو اہل سنت و جماعت کا موقف ہے۔ جامعہ چشتیہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے تردید وہابیہ کے لئے سالِ رواں میں حضرت امام المتاخرین مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا ایک رسالہ بنام الھدایہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جسمیں حضرت امام المتأخرین نے دلائل و براہین سے قبہ جات کے استحسان پر کلام کیا ہے۔ حضرت امام المتأخرین نے زیر نظر رسالہ میں قبہ جات کے منکرین کی دلائل کا شدومد کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ جیسا کہ اصل کتاب کے مطالعہ سے قارئین کے سامنے یہ بات واضح ہوگی۔

رسالہ کی ترتیب جدید اور مصنف کا مختصر تعارف مولانا وسیم اختر

مصباحی کی کوششوں کا نتیجہ ہے جبکہ تقدیم کی تمام عرق ریزیاں مفتی احمد رضا اشرفی مصباحی کی رہین منت ہے۔ اللہ ان دونوں کی کدو کاوشوں کو قبول فرمائے اور مزید ذوق مطالعہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارك وسلم

فقط دعا گو

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

۲؍ربیع الاول؍ ۱۴۳۵ھ

حق حق حق

حیات امام المتاخرین کی جھلکیاں

متحدہ ہندوستان کے طبقۂ علماء میں دو خاندان بہت ہی نمایاں ہیں ایک دہلوی خانوادہ کہ جہاں سے متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے اور چپے چپے بلکہ پورے برصغیر میں علم دین بالخصوص علم حدیث کی شمع فروزاں اور روشن ہوئی۔ علم حدیث کی نشر و اشاعت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا سب سے زیادہ منظم و مسلسل اور باضابطہ خدمت کا پورے برصغیر میں اولیں اعزاز اسی خانوادہ کو ہی حاصل ہوا۔

اور دوسرا اودھ کا خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ جو دوڈھائی صدی تک علم وفضل کا نمایاں ترین مرکز ومحور رہا ہے۔ مذکورہ دونوں خانوادے کو دینی سطح پر سواد اعظم اور مسلک اہل سنت و جماعت کی قیادت و رہنمائی کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ موجودہ ہندو پاک و بنگلہ دیش کے تقریباً سبھی دینی و علمی خانوادے اور مدارس و مراکز، دھلی و لکھنؤ کے انہیں دونوں خانوادوں کے دینی وعلمی سلسلوں سے وابستہ ہیں۔

میرا موضوع بحث خانوادۂ فرنگی محل ہے کہ جس نے دنیائے اسلام میں چند ایسے نفوس قدسیہ کو منصۂ شہود پر لایا کہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

اعلیٰ اور روشن تعلیمات سے اسلام کی آبیاری کر کے رفتہ رفتہ پوری دنیائے سنیت بالعموم اور پورے ہند کو بالخصوص سرسبز و شاداب بنا ڈالا چاہے وہ بانی درس نظامیہ ملا نظام الدین کی ذات، ہو چاہے بحر العلوم عبد العلی ہو، چاہے علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی ہو اور چاہے ابو الحسنات علامہ عبد الحئ فرنگی محلی کی ذات مبارکہ ہو۔ ان ذوات مبارکہ نے قلیل مدت میں علم و عرفان کے ہر مضمار و میدان میں وہ کارہائے عجیب انجام دئے جنہیں دنیا قیامت تک نہیں بھلا سکتی۔ صرف ابو الحسنات علامہ عبد الحئ کے کارنامے کو اگر آپ شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ صرف چالیس سال کی قلیل مدت میں ماضی قریب اور عصر حاضر میں فقہ حنفی کی بنیاد جن کتابوں پر ہے یعنی ھدایہ، شرح وقایہ اور موطا امام محمد ان جیسی ضخیم کتابوں پر علامہ عبد الحئ کا حاشیہ کا ہونا ہی ایک عظیم کرامت ہے۔

میرا ایمان ہے کہ وہ دعائیں جو قاسم اولین و آخرین حضور تاجدار مدینہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معصوم و پاک سے انصار کرام کے متعلق نکلی تھیں اور وہ مخصوص دعائے بقائے علم جو میزبان رسول کریم حضرت سیدنا ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے لئے نبی کون و مکان نے فرمائی تھی اس کا اثر آج بھی فرنگی محل کے ذرہ ذرہ میں نمایاں ہے۔ اسی لئے پوری تاریخی ذمہ داری کے ساتھ یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ کوئی خاندان دنیائے علم و معرفت میں ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا جس نے اس قدر زمانۂ دراز تک خدمت علم کی ہو اور جو اہل معرفت اور طالبین علم کی تشنگی کو علم و معرفت کے میکدے میں جام نو سے دور کیا ہو اور ایک مدت مدید تک منتہائے نظر رہا ہو، اس کے ساتھ یہ بھی ایک مبارک حقیقت ہے کہ جب کبھی دنیائے ظاہر بیں یہ سمجھنے لگی کہ اس خانوادہ کی بزم علم و عرفان اب سونی ہو رہی ہے اسی وقت رب العالمین کی

نظر کرم نے کسی ایسی ذات کا انتخاب فرمایا جو خدمت دین وعلم کے لئے اس طرح کمر بستہ ہوگئی کہ جلالت وعظمت خاندانی کا علم پھر فضا میں لہرانے لگا۔

ولادت

محشی اعظم ابوالحسنات حضرت علامہ عبدالحئی فرنگی محلی اور دوسرے اکابر فرنگی محلی نے جب انتقال فرمایا تو فرنگی محل میں ایک سناٹا چھا گیا اور دل اس تصور سے کانپ گئے، قدم اس فکر سے لرزہ براندام ہو گئے کہ اب اگلوں کے نام روشن رکھنے والا کوئی نہیں رہا مگر اسی عالم قنوط و یاس میں حضرت امام المتأخرین قیام الدین محمد عبدالباری قدس سرہٗ کا آفتاب علم و ہدایت ۱۰/ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۴/اپریل/ ۱۸۷۸ء بروز یکشنبہ کو اس تابانی کے ساتھ درخشاں ہوا کہ علم وعرفان کی روشنی کی چمک دمک سے مشارق و مغارب کو اس نے منور کر دیا اور ہزاروں علم و معرفت کے طلبگاروں کی پیاس کو علم ومعرفت کے جام سے سیراب کیا۔

خانوادۂ فرنگی محل میں بحر العلوم علامہ عبدالعلی کے بعد ارباب فرنگی محل میں ابوالحسنات علامہ عبدالحئی اور علامہ عبدالباری عزت وشہرت اور علم وعرفان کے چاند اور سورج تھے اور فرنگی محل میں کسی کو ایسی شہرت کہ جو ہندوستاں کے عوام وخواص، علماء و امراء، شہر اور دیہاتوں سے گزر کر بیرون ہند عرب وعجم تک پہونچی ہو ان دونوں کے سوا اور کسی کو نہیں حاصل ہوئی۔ جب علم وعرفان کے اس آفتاب کی کرنیں اس جہاں میں پھوٹیں تو حسب معمول ساتویں دن عقیقہ ہوا اور جد امجد نے قیام الدین محمد عبدالباری نام تجویز کیا۔ سچ یہ ہے کہ آپ کے جد امجد نے جو نام تجویز فرمایا تھا اس کی برکت سے خدائے وحدہٗ لاشریک نے مولانا کو واقعی قیام الملت والدین بنا دیا۔

نسب

حضرت مولانا عبدالباری والدین کریمین کی طرف سے نسباً انصاری ایوبی تھے آپ کا سلسلہ نسب دونوں جانب سے ملا قطب الدین شہید سہالوی، جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کے زبردست شیخ طریقت اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے بحر ناپیدا کنار تھے، تک سات واسطوں سے پہنچتا ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

مولانا عبدالباری بن مولانا عبدالوھاب بن مولانا عبدالرزاق بن مولانا جمال الدین بن ملک العلماء مولانا علاء الدین بن مولانا انوارالحق بن مولانا احمد عبدالحق بن ملا سعید بن قطب شہید قدس سرہٗ جو صحابی رسول اور میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ (مولانا عبدالباری فرنگی محلی حیات و خدمات از مولانا عنایت اللہ)

تعلیم وتربیت

خانوادۂ فرنگی محل شروع ہی سے برصغیر میں جو شہرت کا حامل ہے محض اس وجہ سے کہ خانوادۂ فرنگی محل نے دنیائے سنیت کو کچھ ایسے افراد عطا کیا جن کی حیرت انگیز خدمات سے علم و معرفت سے کورے عوام تو درکنار علماء و عارفین بھی دانتوں میں انگلیاں دبالئے۔ خانوادہ فرنگی محلی برصغیر کی تمام دینی وعلمی درسگاہوں کا مرکز ومصدر رہا ہے۔ اس لئے حضرت مولانا کو پیدائش ہی سے ایک ایسی فضا میسر ہوئی کہ ذہن وفکر اس کے سانچے میں ڈھلتے چلے گئے اور جوں جوں عمر کے ایام نے سفر طے کیا علم وتدبر اور شعور وآگہی میں نکھار آتا گیا حتیٰ کہ وقت کے امام العلماء اور بحرالعلوم بن گئے۔

چوتھے سال کے اختتام پر رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی اور جد امجد حضرت ملا

عبدالرزاق قدس سرہٗ نے تسمیہ خوانی کرائی۔قرآن شریف حافظ حاتم علی صاحب اور بعد کو حافظ عبدالوہاب سے حفظ کیا اس کے بعد کتب درسیہ کی تحصیل شروع فرمائی۔ اکثر کتابیں حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مدظلہ العالی مولانا غلام احمد پنجابی اور مولانا عین القضاۃ لکھنوی سے پڑھ کر جملہ علومِ معقولات ومنقولات سے فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے مرویات کی مع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت کی اور جب اپنے والدین کے ہمراہ ۱۳۰۹ھ میں مدینہ منور حاضر ہوئے تو سید علی بن سید ظاہر وتری مدنی نے آپ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی مولانا کے والد ماجد نے سید علی وتری مدنی سے فرمایا کہ میرے اس بچہ نے تو ابھی تک عربی شروع بھی نہیں کی ہے محدث موصوف نے جواباً فرمایا کہ میں ان کو تفاولاً اسی طرح سند دی ہے جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ جلال الدین سیوطی رحمہا اللہ تعالیٰ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

بیعت وخلافت

خانوادۂ فرنگی محل کے جداعلیٰ حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی ان کے بعض فرزند اور خانوادۂ فرنگی محل کے بعض دوسرے افراد سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے منسلک ہوئے لیکن استاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی نے عقیدت وارادت کی تاریخ میں ایک روشن باب قائم کیا۔ وہ جس کے علم وفضل کے آگے بڑے بڑوں کی گردنیں خم ہوتی تھیں اور وہ جس کا جاری کردہ نصاب درس نظامی اکیلے اپنے عہد ہی میں نہیں صدیوں بعد تک علم وفضل کا اعلیٰ معیار بنا رہا اور وہ جس کی معقولات کی ہمہ گیری اوج

کمال تک پہونچی ہوئی تھی، ایک ناخواندہ بلکہ امی محض حضرت سرکار بانسہ سید عبدالرزاق بانسوی کے آستانے پر جبین عقیدت رکھے نظر آئے تو تاریخ کا ایک غوطہ خوراس جگہ حیران وششدر ہوگیا کہ آخراس ایک ناخواندہ بلکہ امی محض کے اندر رب نے کونسی کشش جاگزیں فرمائی تھی کہ جس نے امام الوقت کواپنی تربیت وارشاد کا محتاج بنا کررکھ دی۔

اوراس طرح خانوادۂ فرنگی محل سلسلۂ چشتیہ صابریہ اورقادریہ دونوں سلسلوں کے روحانی فیض کا مزکر بنا حضرت مولانا قیام الدین کے والدمحترم حضرت ملاعبدالوہاب سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں منسلک تھے چنانچہ حضرت مولانا بھی اپنے والد گرامی کے ہاتھ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں بیعت ہوئے۔

والدمحترم کے علاوہ آپ کودرج ذیل مشائخ عظام سے اجازت وخلافت حاصل تھی:

حضرت عبدالباقی فرنگی محلی، حضرت محدث سیدعلی بن ظاہر وتری مدنی، حضرت سیدعبدالرحمن گیلانی بغدادی قدس سرہٗ۔ حضرت شاہ التفات احمد احمدی سجادہ نشین حضرت شیخ العالم ردولوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

زیارت حرمین شریفین

ہر عاشق کی زندگی میں ایک ہی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی زیارت کرے۔ حضرت علامہ کوجذبہ عشق نے زیارت حرمین شریف پر مجبور کیااسی لئے آپ نے برسوں کی تمنا کی خاطر زیارت حرمین شریف سے اپنے جذبۂ عشق کومحبوب کی زیارت کے جام سے سیراب کیا۔ حضرت علامہ نے اپنی زندگی میں دوحج کئے جن کی

قدرے تفصیل یہ ہے:

پہلا حج

والدین کریمین اور بڑے بھائی کے ہمراہ ۱۳۰۹ھ میں چودہ برس کی عمر میں ادا کیا اس موقع پر مدینہ منورہ میں جب بغرض زیارت حاضر ہوئے تو آپ کی ملاقات وہاں کے مشہور محدث سید علی بن ظاہر وتری سے ہوئی اور انہوں نے آپ کو سند حدیث عطا کی۔

دوسرا حج

دوسرا حج ۱۳۲۱ھ میں ادا کیا اس بار آپ نے مختلف مقامات کا سفر کیا سب سے پہلے بغداد شریف کے تمام متبرک مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس موقع پر حضرت نقیب الاشراف سید عبدالرحمن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلاسل کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی بغداد شریف کی حاضری کے بعد کربلا اور نجف اشرف کی حاضری کا ارادہ کیا مگر اجازت نہ ملنے کی وجہ سے جا نہ سکے اور حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج بیت اللہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور اس دوران پورے سات مہینے تک وہاں آپ زیارت سے مشرف ہوتے رہے اور پھر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو وطن لوٹے۔

تدریسی خدمات وتلامذہ

زمانۂ تحصیل ہی سے حضرت مولانا نے تدریس کا سلسلہ جاری فرما دیا تھا لیکن جب سفر حج سے واپسی ہوئی تو آپ پورے انہماک کے ساتھ علماء فرنگی محل کے علمی

مشن کوترقی کی راہ پر لائے اس زمانے میں علم ظاہری اور باطنی میں مہارت رکھنے والی کوئی ایسی ممتاز ہستی معرض وجود میں نہ تھی جس پر نا آشنا عوام، طبقہ علماء اور طبقہ صوفیاء اعتماد کرتے حضرت مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد عام طور پر خیال کیا جانے لگا کہ اب فرنگی محل علم اور معرفت دونوں اعتبار سے تہی دست ہے اس لئے حضرت مولانا نے دونوں چیزوں کو وہ ترقی دی کہ جس سے اگلوں کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ کے درس وتدریس کا شہرہ سن کر دور دراز سے لاکھوں تشنگام علوم ومعرفت آپ کے حلقۂ درس میں آ گئے جس کی وجہ سے آپ نے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل قائم کیا۔ اس مدرسہ میں اول سے آخر تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جن افراد کو آپ نے علم وعرفان کے جام سے سیراب کیا ان میں چند یہ ہیں:

مولانا عبدالقادر فرنگی محلی، مولانا قطب میاں فرنگی محلی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، مولانا سید محی الدین اشرف کچھوچھوی، مولانا عبدالحمید صاحب بنگلہ دیشی، مولانا سید محمد احمد اجمیری، مولانا محمد الہ آبادی، مولانا سید زین العابدین بلگرامی، مولانا شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف۔

سیاسی سرگرمیاں

حضرت مولانا کی زندگی کا یہ پہلو بھی بہت نمایاں ہے جب پہلی عالمی جنگ شرع ہوئی تو اس میں یہ خیال کیا جانے لگا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو مقامات مقدسہ حلقہ جنگ میں شامل کر لئے جائیں کہ جس سے تمامتر مصیبتوں کے علاوہ حج کے حکم پر تعمیل نہ ہونا ہے۔ انگریزوں کی ظلم بربریت اور یورپ کے اقتدار پسند لوگوں کے شرمناک ظلم کے واقعات کی وجہ سے عالم اسلام میں تلاطم

پیدا ہو گیا اور یہ صاف ظاہر ہونے لگا کہ اسلام کے دشمن مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں تب حضرت مولانا نے علماء حقانی کے طور پر دلیرانہ اور مجاہدانہ طور پر سیاسیات مذہبی میں کمال سرگرمی اور جانفروشی سے منہمک ہو گئے اور خدام کعبہ، جمعیۃ الخلافت اور جمعیت العلماء کو علماء اور عوام کے سامنے ایک تحریک کی شکل میں پیش کیا۔ یہ ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ جمعیت العلماء اور خدام کعبہ کے بانی اور مؤسس حضرت مولانا ہی تھے اور مجلس خلافت کو ہندوستان کے تمام اھل اسلام کی عام تحریک و اشاعت کرنے میں حضرت مولانا ہی کا قدم سب سے آگے تھا اور اس کے ابتدائی انتظامات و مصارف آپ ہی کے ہاتھوں انجام پائے۔

جب ابن سعود نے حرمین شریفین پر ناجائز قبضہ کر کے اپنے بدعات واھیہ کو رائج کیا اور خدا کی اور اس کے رسول کی حرم اور جائے امن کو قتل گاہ اہل اسلام بنا لیا تو حضرت مولانا نے تحریک خدام الحرمین کی بنیاد ڈالی۔

لیکن افسوس صد افسوس اکابرین کی ان تحریکات پر ہم قبضہ و تسلط نہ رکھ سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ جن درختوں کو ہمارے اکابرین نے تحفظ سنیت کے لئے اپنے خون جگر سے سینچا تھا آج ان کا پھل ہمارے مخالفین گھروں میں بیٹھ کر آرام سے کھا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دین جو کہ اعتدال اور راہ مستقیم کا درس دیتا ہے اس میں تصلب کے بجائے تشدد کو اپنا لیا اور سیاست و حکومت کا درس جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عطا کیا تھا اس کو ہم نے بالائے طاق رکھ دیا اور نتیجتاً ہندوستان میں جن صوفیاء کرام کی ذوات مبارکہ سے اسلام اور سنیت کو عروج و ارتقاء ملا ان کی ذوات مبارکہ پر آل سعود اور اس کے عقائد کے متحمل افراد نے سنیت کا سہارا لے کر ان تحریکات کے ذریعہ کیچڑ اچھالنے لگے اور اہل سنت و جماعت کے

مسلمہ عقائد کی خلاف ورزی کرنے لگے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ غیروں کے اختلاط اور ان تحریکات میں شرکت کی وجہ سے ان کو ہٹانے کے بجائے ہم خود دستبردار ہو گئے حالانکہ تنظیم اور تحریک ہماری۔ ایسی صورت میں ہمیں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے ان کو میدان سے ہٹانا چاہئے نہ کہ خود بوریا بستر سمیٹ کر میدان کارزار سے فرار کی راہ کو اپنانا چاہئے۔ خود کے لئے حقیر کا ایک مشورہ کہ اگر ہم اھل سنت و جماعت کی بحالی چاہتے ہیں تو نئی تنظیم اور نئی کونسل کو جنم دینے کے بجائے ہم ان تحریکوں سے حکومت کے ذریعہ اغیار کا تسلط دور کریں اور اپنا قبضہ وتسلط بحال کریں۔

تصنیفی خدمات

حضرت امام المتأخرین کو زمانہ طالب علمی ہی سے تصنیف و تالیف کا بڑا شوق تھا۔ جب تک علمی مشغلہ نہ تھا مثنوی اور غزلیات تالیف فرمانے لگے اور جب علمی میدان میں باضابطہ آ گئے تو علمی کتب تالیف فرمانے لگے۔ زمانہ طالب علمی سے لے کر یوم علالت تک کوئی ایسا دن نہ گزرا جس میں کچھ نہ کچھ وقت تالیف پر صرف نہ فرمایا ہو۔

حضرت علامہ داعی اجل کو لبیک کہنے سے پہلے احیاء سنت اور خدمت دین کے لئے جو بیش بہا قیمتی علمی ذخیرہ چھوڑ گئے اس سے آپ کے علمی شغف اور دین متین سے لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت علامہ کی تصنیفات کی ایک فہرست یہ ہے:

تفسیر: (۱) فیض القادر فی تفسیر آیۃ الفاخر (۲) بیان القرآن (۳) تفسیر الطاف الرحمن۔

حدیث: (۴)الآثار المحمدیہ۔ (۵)الآثار المتصلہ۔(۶)الدرر الباھرہ فی الاحادیث المتواترہ۔ (۷)شفاء الصدور۔ (۸)راحۃ الفواد۔ (۹) الارشاد فی الاسناد۔ (۱۰) الباقیات الصلحات۔ (۱۱) الھیا کل المعنویہ فی شمائل النبویۃ۔ (۱۲)اربعین حدیث (۳ عدد)۔ (۱۳)الآثار الامۃ۔ (۱۴)الاربعین الزاجرہ فی الحوادث الحاضرہ۔ (۱۵)المذھب المؤید بما ذھب الیہ احمد۔ (۱۶)ھدیۃ الطیبۃ لصلۃ ابن ابی شیبہ۔ (۱۷)الذھب عن ابی حنیفہ بما طعن بہ ابن قتیبہ۔

فقہ: (۱۸)الانصاف فی الاوقاف۔(۱۹)الدرر الفاخرۃ للذریۃ الطاھرۃ۔ (۲۰)رحمت المغفور۔ (۲۱)العمل المغفور فی زیارۃ القبور۔(۲۲)خیرالزاد۔ (۲۳)الفیض الرحمانی۔ (۲۴)قرۃ العین۔ (۲۵)حیات اولی الالباب۔ (۲۶)الحظر۔ (۲۷)رسالۃ فی تحقیق الجزیۃ۔ (۲۸)احقاق سماع۔ (۲۹)احسن القربات۔ (۳۰)رجم الشیطان۔ (۳۱)غایۃ المامول۔ (۳۲)القول المؤید۔ (۳۳) کشف الحال۔ (۳۴)طعن الانسان۔ (۳۵)التعلیق المختار۔ (۳۶)رسالۃ فی مسائل الطھارۃ۔ (۳۷)ذب الطاعنین۔ (۳۸)خیرالدعا۔ (۳۹)الحرز المصنون۔ (۴۰)رحمت الامۃ۔ (۴۱)صرع الجان۔ (۴۲)فتاویٰ قیام الملت والدین۔(۴۳)تعلیق الازھار۔ (۴۴)البیان المسلم فی ترجمۃ الکلام المبرم فی نقض القول المحکم۔ (۴۵)محاسن جمیلہ۔ (۴۶)العمل الماجور بترجمۃ المبرور فی

ردالقول المنصور۔ (۴۷)الحج المغفور بترجمة السعی المشکور فی رد المذھب الماثور۔ (۴۸)صوت الایمان۔ (۴۹)رسائل متعلق ذبیحة البقرة۔ (۵۰)الاصلاح۔

اصول فقہ: (۵۱)ملھم الملکوت شرح مسلم الثبوت۔ (۵۲)نہایت الانکشاف فی درایة الاختلاف۔ (۵۳)اعجاز الابصار شرح المنار۔

فرائض: (۵۴) کتاب الفرائض۔ (۵۵)حاشیہ سراجیہ۔ (۵۶)الاظھار فی توریث الاماء والاصھار۔

سیر: (۵۷)تنویر الصحیفة فی تابعیة ابی حنیفة۔ (۵۸)شھادت الحسین۔ (۵۹)تنشیط المحبین۔ (۶۰)رسالة فی الوفاة۔ (۶۱)رسالة فی المعراج۔ (۶۲)مختصر التاریخ۔ (۶۳)اصول التاریخ۔ (۶۴)الاثار الاول۔ (۶۵)تحفة الاخلاء۔ (۶۶)جلاء الابصار۔ (۶۷)الھدیة المنیفة۔ (۶۸)الرحلة الواقیة۔ (۶۹)الرحلة الحجازیة۔ (۷۰)حسرة المسترشد لوصال المرشد۔ (۷۱)عرس حضرت بانسہ۔ (۷۲)ملفوظ حضرت سیدالسادات۔ (۷۳)مقدمة التعلیق المختار علی کتاب الآثار۔ (۷۴) تسھیل المنھج فی اسماء رجال کتاب الحج۔ (۷۵)مقدمہ حاشیہ سیر صغیر و سیر کبیر۔

تصوف و سلوک: (۷۶)افضل الشمائل۔ (۷۷)سبیل الارشاد۔ (۷۸)رسالة النصیحة۔ (۷۹)رسالة التوبة۔ (۸۰)نظم الفرائد۔ (۸۱)محاسن یوسفی۔ (۸۲)حاشیہ فصوص الحکم۔ (۸۳)رسالہ اذکار و

اشغال۔

ادب: (۸۴)حاشیہ دیوان حماسہ۔ (۸۵)شرح قصیدہ بردہ۔

منطق: (۸۶)اعتصام الاذہان۔ (۸۷)شرحان لایساغوجی۔

(۸۸)تقریب الاذہان۔

فلسفہ: (۸۹)تحفۃ الاصحاب۔ (۹۰)عین الصواب۔ (۹۱)حاشیہ النافعۃ علی ظفرۃ الزاویۃ۔ (۹۲)رسالۃ فی الھیئۃ القدیمۃ والجدیدۃ۔

کلام: (۹۳)غایۃ الکلام۔ (۹۴)زبدۃ الفرائد۔ (۹۵) کتاب العقائد۔

(۹۶)سائنس و کلام۔

نحو: (۹۷)نور الصباح شرح المصباح۔ (۹۸)ھدیۃ الطلبہ۔ (۹۹)شرح ھدایۃ النحو۔ (۱۰۰)حاشیہ الفیہ۔

صرف:(۱۰۱) تحفۃ الاخوان۔ (۱۰۲)ھدیۃ الخلان۔ (۱۰۳)المنتخب۔ (۱۰۴) سلسلۃ الذھب۔ (۱۰۵)تسھیل الصرف۔ (۱۰۶)جامع الفوائد۔ (۱۰۷)ارتقاء الصرف۔ (۱۰۸)شرح ھدایۃ الصرف۔ (۱۰۹)شرح فصول اکبری۔ (۱۱۰)مقدمۃ الصرف۔

مذکورہ تالیفات کے علاوہ حضرت علامہ مختلف درسی کتب پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا مثلاً حاشیہ شرح مسلم قاضی، حاشیہ میر زاھد، رسالۃ الحاشیۃ علی حاشیۃ غلام یحیٰ، حاشیہ شرح ھدایۃ الحکمت، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ نور الانور، حاشیہ اصول بزدوی، حاشیہ شرح مشکوٰۃ اور رسالہ سائنس و کلام کی چونتیس جلد تالیف فرمائی جن میں ایک جلد

صرف طباعت کے مقام کو پہونچی۔

مذکورہ بالا تصنیفات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ نے کوئی ایسا فن نہیں چھوڑا جس میں خامہ فرسائی نہ کی ہو اور یہ احساس ہوتا ہے کہ صرف ۴۸ سال کی مدت میں تصنیفات کی اتنی بڑی ضخیم فہرست وہی شخص انجام دے سکتا ہے جسے خدائے عزوجل نے علم کثیر سے نوازا ہو اور جسے صوفیوں کی نظر نے علم وعرفان کا جام پلایا ہو۔

وصال

دینی وملی اور سیاسی امور کی انجام دہی میں حضرت علامہ نے کبھی اپنے جسم کی طرف توجہ نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۲/رجب/ ۱۳۴۴ھ کو نماز عصر کے وقت آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس نے ہوش واحساس ظاہری کو زائل کر دیا جبکہ آپ ۳/رجب کو عرس سرکار غریب میں شرکت کے لئے جانے والے تھے۔فوراً علاج ومعالجہ شروع ہوا مگر افسوس کے کچھ فائدہ نہ ہوا اور ۴/رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹/جنوری/ ۱۹۲۶ء شب چہار شنبہ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

افسوس آج قلم کو اس مجسمۂ علم واخلاق کا ماتم کرنا ہے جس نے دار العلم والعمل کی بوسیدہ عمارتوں میں فضل وکمال، اخلاق وایمان اور زہد وورع کی نئی تازگی بخشی۔

وما کان قیس ہلکہ ہلک واحد ولکنہ بنیان قوم تہدما

فقط

محمد وسیم اختر اشرفی مصباحی

استاد جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

۱۸/صفر المظفر/ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۲/دسمبر/ ۲۰۱۳ء

حق حق حق

تقدیم

اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (المنافقون آیت:۸)

یعنی عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور تمام مومنوں کے لئے۔

اس ارشاد مبارک کا عام مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو بالذات عزت والا ہے ہی مگر اس کی عطا سے تمام مخلوقات میں جو عزت والے ہیں وہ رسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور پھر دیگر حضرات اہل ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیاداروں کی نظر میں جو عزت والے ہیں وہ حقیقی عزت والے نہیں ہیں بلکہ ان کی عزت عارضی و بناوٹی ہے جس کی عنداللہ کوئی حیثیت نہیں۔

آیت مذکورہ کی شان نزول سے بھی یہی بات ظاہر ہے جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی قد و قامت کے اعتبار سے حسین وجمیل اور مال و دولت کے اعتبار سے ذی حیثیت آدمی تھا یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد سے قبل لوگوں نے اس کی تاجپوشی کی تیاریاں بھی کر لی تھیں پھر جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ورود مسعود ہوا تو اہل مدینہ کے

سعیدوں کی سعادت بختیاں رنگ لائیں وہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی غلامی پر فخر کرنے لگے اور بادشاہوں کی بادشاہت، سرداروں کی سرداری اور امیروں کی امارت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر نچھاور کر دئے۔

عبداللہ بن ابی کو اس بات سے بڑا دھچکا لگا اور وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا دل سے سخت دشمن ہو گیا مگر خوف کی وجہ سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتا رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے ساتھ نیک سلوک روا رکھے ہوئے تھے۔ یہ شخص پیٹھ پیچھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخیاں کرتا تھا اور جب بارگاہ رسالت میں اس کی شکایت کی جاتی تھی تو یہ صاف مکر جاتا تھا اور خوب قسمیں کھاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کو اس وقت تک نظر انداز فرماتے رہے جب تک کہ اللہ عزوجل نے کوئی حکم نہیں سنایا۔

اس کی منجملہ حرکتوں میں ایک حرکت یہ ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں تو تو میں میں ہو گئی جس سے طیش میں آ کر مہاجر نے اس انصاری کو تھپڑ مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے سخت ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ بہت برا فعل ہے۔ مگر اس بات کی خبر جب عبداللہ ابن ابی کو ہوئی تو اس نے انصار کو خوب کوسا اور کہا کہ جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے تو جو ہم میں کا عزت والا ہو گا وہ ذلت والوں کو نکال دے گا اس نے انصار کو عزت والا اور مہاجرین کو ذلت والا سمجھا جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبداللہ بن ابی کے اس فاسد خیال کی تردید میں فرمایا کہ عزت تو اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔ تفصیل کے لئے سورۂ منافقون

کی تفسیر ملاحظہ کیجئے:

واقعہ مذکور سے اس نتیجہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عزت واحترام کا معیار نہ تو ظاہری حسن و جمال اور مال و دولت ہے نہ بادشاہت وسرداری بلکہ اللہ کے نزدیک عزت وعظمت کا معیار ایمان وعمل اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے جس کے پاس یہ حسین دولت ہے وہی دائمی عزت والا ہے اور جس کے پاس ان چیزوں کا فقدان ہے وہ ذلیل ہے خواہ دنیا والے اسے کچھ بھی سمجھیں۔

جب یہ بات مسلم ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے برگزیدہ بندے اور اہل ایمان ہی عزت والے ہیں تو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ایک عزت والے کا دائرۂ عزت کہاں تک پھیلا ہوا ہے؟ یعنی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایک عزت والا آیا صرف حیات ظاہری ہی میں مقام عزت پر فائز رہتا ہے یا وصال کے بعد بھی اس کا وہی مقام باقی رہتا ہے؟ یا پھر اس کا جسمانی وجود ہی عزت واحترام کا حامل ہے اور بعد از وفات اس کی ساری حیثیتیں زائل ہوجاتی ہیں۔ نیز اس کے متعلقات کی بھی کچھ اہمیت اسلام کے نزدیک ہے یا نہیں؟

آئندہ سطور میں ہم انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ چند باتیں مستند حوالوں کی روشنی میں پیش کریں گے جن سے مذکورہ سوالات حل ہوتے نظر آئیں گے اور مقصد مضمون بھی واضح ہوجائے گا۔

یہاں موضوع بحث یہ مسئلہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام اور دیگر صالحین عظام کی قبروں پر کوئی ایسی عمارت بنانا جائز ہے یا نہیں جس سے صاحب قبر کی عظمت کا اظہار اور اس کا تحفظ مقصود ہو۔

موجودہ دور میں وہابیہ اور اس کی ہم نوا جماعتیں شدت کے ساتھ اس بات کی مخالفت پر اتر آئی ہیں کہ بزرگوں کی قبروں پر کسی طرح کی کوئی عمارت نہ بنائی جائے بلکہ اولیا کرام کے مزارات پر جو عمارتیں بنی ہوئی ہیں ان کو ڈھا دینا اور مقابر صلحا کی بے حرمتی کرنا ان کا نصب العین قرار پا چکا ہے۔ دیار عرب میں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی اور برصغیر ہند و پاک میں شیخ اسماعیل دہلوی نے اس طرح کے گھٹیا اور فاسد نظریات کو پروان چڑھایا پھر گستاخ اور بے ادب فطرت کے لوگ اسے قبول کرتے چلے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پوری دنیائے اسلام میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی جس سے مسلمانوں کا خرمن اتحاد جل کر راکھ ہو گیا اب عالم یہ ہے کہ نہ تو خوش عقیدہ مسلمان ان کے دست ستم سے محفوظ ہیں اور نہ بزرگوں کی آخری آرام گاہیں۔ اللّٰھم انا نسئلك العزة والعافية والاستقامة على الحق۔

لیکن اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء و صالحین کی قبروں کو اس ہیئت پر بنانا یا سنوارنا جس سے لوگوں کی نگاہوں میں ان کی عظمت ظاہر ہو جائز و درست ہے خواہ ان پر گنبد بنایا جائے یا کسی دوسری ساخت کی کوئی عمارت جیسا کہ قرون اولیٰ سے لے کر اب تک مزارات صلحا پر بنی ہوئی عمارتیں اس جواز پر شاہد عدل ہیں۔ تاہم قرآن مجید اور احادیث رسول کی روشنی میں اس مدعیٰ پر چند دلیلیں پیش خدمت ہیں وما توفيقي الا بالله العظيم۔

اس بحث میں آگے بڑھنے سے قبل چند مقدمات ملاحظہ کریں:۔

پہلا مقدمہ: اللہ عزوجل ہی بالذات عزت والا ہے اس کے علاوہ جس کے پاس جو عزت ہے وہ بالعطاء ہے۔

ارشادربانی ہے:

قل اللهم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئی قدير ۔(آل عمران، آیت:۲۶)	آپ یوں عرض کیجئے ''اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ اور تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت میں مبتلا کرتا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اورفرمایا:

وان العزة لله جميعا ۔	اور بیشک ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

دوسرا مقدمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ومکرم حضرات انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ قرآن مجید ناطق ہے:

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض ۔(البقرة، آیت:۲۵۳)	ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

اورفرمایا:

وما ارسلنا من رسل الا ليطاع باذن الله ۔ (النساء، آیت:۶۴)	اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

کہیں ان کے مقام ومرتبے کا ذکر یوں فرمایا:

وسلامٌ علی المرسلین۔	اور رسولوں پر سلام ہو۔

(الصّٰفّٰت، آیت:۱۸۱)

کہیں یوں ارشاد ہوا:

انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ (النساء، آیت:٦٩)	جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

تیسرا مقدمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مومنین صالحین کی قدر و منزلت ہے۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں کئی ارشادات موجود ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

ان الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلا ٥ خالدین فیھا لایبغون عنھا حولا ٥ (الکھف، ۱۰۷،۱۰۸)	بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس جگہ کو تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے۔

ایک دوسرے مقام پر یہ ارشاد ہوا:

والذین اٰمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحٰب الجنۃ ھم فیھا خالدون۔ (البقرۃ، آیت: ۸۲)	اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ جنتی ہیں۔ وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سورہ عصر میں اس طرح بیان ہوا:

ان الانسان لفی خسر الاالذین امنوا و عملوا الصالحات و و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر۔ (العصر،۲،۳)	بیشک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

اور خداوند جل جلالہ کے حضور جملہ قدر و عزت والوں کا اجمالی ذکر اس آیت پاک میں ہے:

انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ (انساء،۶۹)	جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

چوتھا مقدمہ: اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو معزز فرمایا وہ اس کے حضور دونوں جہاں میں معزز ہیں ایسا نہیں کہ دنیا میں تو ان کو رب تعالیٰ عزت و کرامت کا لباس پہنائے اور آخرت میں ذلیل و خوار کر دے بلکہ آخرت کی عزت ہی اصل عزت ہے اور اس دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے انہیں بندوں کو عزت و عظمت کا تاج پہنائے گا جو دنیا میں اس کی عزت کی خاطر جان نچھاور کرتے تھے۔ اس دن یہ فیصلہ سب کی نگاہوں کے سامنے آ جائے گا کہ صحیح عزت والے اہل ایمان ہیں اور تمام ذلتیں کافروں کے لئے ہیں۔ قرآن و احادیث میں اس مضمون پر اس قدر شواہد موجود ہیں کہ شمار مشکل ہے اور تمام فرقوں کو اس کا اعتراف بھی ہے۔

پانچواں مقدمہ: انبیاء کرام و صالحین عظام کے متعلقات و متروکات بھی معزز و مکرم ہیں جن سے برکتیں حاصل کی جاتیں ہیں اب خواہ وہ متعلقات ان کی جائے پیدائش ہو یا ان کا لباس ہو یا ان کے مقابر یا اس قبیل کی کوئی دوسری چیز۔

چونکہ اس وقت اس مقام پر یہی آخری مدعیٰ موضوع بحث ہے لہٰذا اس سلسلے میں قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ سے اثبات کے طور پر چند جھلکیاں نذر قارئین کرتے ہیں۔اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

انبیاء وصالحین کے متعلقات ومتروکات تبرک ہیں

مقام ابراہیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ (بقرۃ،۱۲۵) اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم ثبت ہیں۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

ومقام ابراھیم الحجر الذی فیہ اثر قدمیہ والموضع الذی کان فیہ الحجر حین وضع علیہ قدمیہ وھوالموضع الذی یسمی مقام ابراھیم۔ (کشاف، ج۱، تفسیر تحت آیت مذکور)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم ہیں یعنی وہ جگہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر اپنے قدم رکھے تھے اسی کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔

علامہ زمحشری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ نہ بنالیں ان کا مقصد اس جگہ نماز پڑھنا حصول برکت کے لئے تھا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا پھر سورج ڈوبنے سے قبل ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ گویا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات پسند فرمائی کہ اس کے محبوبین کے اثار سے برکت حاصل کی جائے اور انہیں باقی رکھا جائے۔

تابوت سکینہ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تابوت سکینہ کا ذکر اس طرح فرمایا:

و قال لهم نبيهم ان اٰية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك ال موسیٰ و اٰل هارون تحمله الملائكة ان فی ذٰلك لاٰية لكم ان كنتم مومنين۔ (بقرة اٰيت۲۴۸)

اور ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اس بادشاہ کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ (سکون آور چیز) ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی باقی ماندہ کچھ چیزیں ہیں۔ اس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے اگر تم مومن ہو تو بیشک اس میں ضرور تمہارے لئے ایک عظیم نشانی ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک تابوت سکینہ شمشاد کی لکڑی کا ایک

صندوق تھا جو تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا اس پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک بعدہٗ حضرت شمویل علیہ السلام تک پہنچا۔

اس تابوت کے وارث حضرات انبیاء کرام اور بنو اسرائیل کے محترم لوگ رہے بنی اسرائیل نے جب تک اس کی تعظیم وتوقیر کی باعزت رہے اور جب اس کی بے حرمتی کے درپے ہوئے تو وہ نہ صرف خوار ہوئے بلکہ تابوت سکینہ کی برکت و وجود سے بھی محروم ہو گئے۔

اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

هی رصاص الالواح و ثياب موسیٰ و عمامه هارون طست من ذهب كانت تغسل به قلوب الانبياء۔(روح المعانی، ج۲، ص۲۵۴)

وہ شکستہ تختیاں، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے کپڑے اور عمامہ اور ایک سونے کا طشت جس سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ ان بقیات میں حضرت موسیٰ و ہارون کے کپڑے، جوتے حضرت موسیٰ کا عصا، پیغمبروں کی تصاویر اور توریت کی کچھ شکستہ تختیاں تھیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ بنی اسرائیل جنگ کے موقع پر اس تابوت کے وسیلے سے اللہ کے حضور فتح ونصرت کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے انہیں فتح عطا فرماتا لیکن جب بنی اسرائیل میں نافرمانی شروع ہوئی تو قوم عمالقہ نے ایک جنگ میں ان سے یہ تابوت چھین لیا اور اسے گندگی کی جگہ دفن کر دیا اللہ تعالیٰ نے قوم عمالقہ کو اس ناشائستہ حرکت کی یہ سزا دی کہ ان میں مہلک بیماریاں بھیج دیں یہاں تک کہ ان کی پانچ آبادیاں ہلاک ہو گئیں پھر ان کو جب ہوش آیا تو اس صندوق کو اٹھا کر

ایک بیل گاڑی میں رکھ کر ہانک دیا اللہ تعالیٰ نے اس پر فرشتے مقرر کر دیئے جو اس کو حضرت طالوت تک پہنچا دیا۔ اس واقعہ کے عرض کرنے کا مقصد یہاں صرف یہ ہے کہ تابوت سکینہ جن میں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر محترم و معظم بنایا کہ جنہوں نے اس کی عزت کی اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت عطا کی اور جنہوں نے اسکی توہین کی اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔ اس واقعہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ انبیاء کے متعلقات ہر وقت اور ہر زمانے میں متبرک و محترم ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد کے نابینا ہونے کی خبر سن کر اپنا کرتا اپنے بھائیوں کو دیتے ہوئے کہا تھا:

اذھبو بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یأت بصیرا۔ (یوسف، آیت ۹۳)

میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیسا کہا تھا فی الواقع ویسا ہی ہوا چنانچہ آیت مقدسہ ہے:

فلما ان جاء البشیر القٰه علی وجهه فارتدّ بصیرا (یوسف آیت ۹۶)

پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا اور اس نے وہ قمیص اس کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا نہ تو خود کوئی طبیب تھا اور نہ دوا بلکہ وہ ایک کپڑا تھا لیکن حضرت انبیاء کرام سے منتقل ہوتا ہوا وہ کرتا حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچا تھا جس کی وجہ سے وہ عنداللہ اس قدر مکرم ہو گیا کہ اس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اللہ تعالیٰ نے واپس کر دی۔ لہٰذا قرآن مجید کے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ انبیاء وصالحین کے متعلقات بھی معزز و مکرم ہے۔

اور یہ تو خاص تبرکات کی بات تھی قرآن مجید میں تو صالحین کے قرب و جوار کے مقامات کے مبارک ہونے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ سورۂ کہف کی یہ ایت بتا رہی ہے۔

قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا۔ (کھف، آیت ۲۱)

جو لوگ ان کی معاملات پر زیادہ حاوی تھے ان لوگوں نے کہا ہم ضرور بہ ضرور ان کے قریب مسجد بنائیں گے۔

اصحاب کہف کا معاملہ ایک طویل عرصہ کے بعد جب ایک نیک بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا جس کا نام بیدروس یا بیدوسیس تھا تو اس نے ان کی قدر و منزلت کے اظہار کے لئے غار کے قریب ایک مسجد بنانے کا عزم کیا تا کہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور اس کے جوار سے برکتیں بھی حاصل کریں۔

تفسیر کشاف میں ہے:

یصلی فیہ المسلمون و یتبرکون بمکانھم (کشاف ج۳، تحت آیت مذکور)

جس میں (مسجد) اہل اسلام نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی جگہ سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

جب نصوص قرآنیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ صالحین کے متروکات و متعلقات

بلکہ ان کے اردگرد سے بھی برکتیں حاصل کی جاتی ہیں اوران سے منسوب اشیاء ہر دورو ہر قرن میں محترم ومعظم ہیں تو یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ان کے مقابر اور آخری آرام گاہیں بھی معزز ومکرم ہیں لہٰذا دیگر تبرکات کی طرح ان کی قبروں کو تحفظ فراہم کرنا ان پر گنبد یا ایسی عمارت تعمیر کرنا جس سے لوگوں کی نگاہوں میں ان کی عزت ومقام کا ظہور مقصود ہو جائز ودرست ہے جیسا کہ اقوال فقہا وائمہ سے ظاہر ہے۔

مزارات پر تعمیر گنبد کے جواز کے لئے تو یہی دلیل کافی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مقدس قبروں پر گنبد خضراء آج بھی اپنی ملکوتی شان کے ساتھ ایستادہ ہے علاوہ ازیں پوری دنیائے اسلام میں لاکھوں کروڑوں مزارات صلحا پر عالی شان گنبد وخوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے اور صدیوں سے بڑے بڑے علماء ومشائخ ان میں حاضری دیتے رہے ہیں۔

بادشاہان اسلام ومجاہدین اسلام ان کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے رہے ہیں بلکہ اخیار کا یہ عمل علی سبیل التواتر چلا آرہا ہے اور کسی نے اگر انکار کیا تو اسے مسکت جواب بھی دے دیا گیا ہے۔ یہاں چند ائمہ اسلام کے آرا ملاحظہ کیجئے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یکرہ البناء اذاکان المیت من المشائخ والعلماء والسادات (رد المختار، جلد اول)

قبروں پر (تحفظ کے واسطے) عمارت بنانا مکروہ نہیں جبکہ صاحب قبر مشائخ علماء اورسادات کرام سے ہو۔

صاحب مجمع بحار الانوار رقم طراز ہیں:

قد اباح السلف ان یبنیٰ علی قبور المشائخ والعلماء المشاهير ليزورهم الناس ويستريحون بالجلوس فيه۔ (مجمع بحار الانوار جلد دوم)

بے شک اسلاف کرام نے مشائخ وعلماء مشاہیر کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز ٹھہرایا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس کے سائے میں بیٹھ کر راحت حاصل کریں۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

فبناء القباء على قبور العلماء والاولياء والصلحاء و وضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز اذا كان القصد بذالك التعظيم فى اعين العامة حتىٰ لا يحتقر صاحب هذا القبر...... ولا ينبغى النهى عنه۔ (روح البيان، ج اول)

پس علماء اور اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانا یا پردہ لٹکانا یا ان پر عمامہ و کپڑے رکھنا ایک جائز امر ہے جبکہ اس سے لوگوں کی نظروں میں اصحاب قبور کی تعظیم مقصود ہو یہاں تک وہ صاحب قبر کی تحقیر نہ کریں۔---- اور اس سے روکنا مناسب نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مزارات صلحاء پر اس غرض سے گنبد یا کوئی دوسری عمارت بنانا جس سے ان کے حقوق، عزت وحرمت کی پاسبانی اور ان کی تعظیم و تکریم مقصود ہو جائز و مستحسن ہے اور صدیوں سے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

واستغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و اٰلہٖ
واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

فقط
حقیر محمد احمد رضا اشرفی مصباحی
سابق استاد جامعہ چشتیہ ردولی شریف فیض آباد
۵/محرم الحرام/ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۳/۱۱/۱۰

حق حق حق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامدا و مصليا و مسلمًا

مسئلہ قبور وقبّہ جات

امام المتأخرین ملک العلماء حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہٗ

(منقول از اخبار ''ہمدرد'' دہلی)

مشہور ہے کہ حضرت عمر نے وہ درخت جس کے نیچے بیعت الرضوان میں حضور نے سایہ لیا تھا بخوف پرستش کھدوا ڈالا مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ صحابہ کے وقت میں مآثر پر جو مساجد تھے ان کو حضرت نے کھودنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ لوگوں کی زیارت پسند نہیں کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہا کہ ان مساجد پر اگر وقت نماز ہو تو پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ اگلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے معبد ایسے مآثر پر بنایا تھا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ صحابہ میں لوگ اس کی زیارت کرتے تھے حضرت کے تشددات کے باوجود انہوں نے نہ تو لوگوں کو زیارت و نماز سے باز رکھا نہ مساجد کو شکست کرایا۔ اس واقعہ کو حضرت عمر کے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

مسجد ہر حالت میں قابل احترام ہے خصوصاً وہ مساجد جو مآثر متبرکہ میں ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ نجدی یہ کیوں کرتے ہیں اور مزار کے قبّوں اور مساجد کو کیوں گراتے

ہیں۔سوائے اس کے اورکوئی وجہ نہیں کہ اُن میں اگلی بربریت اب تک موجود ہے۔

مزارات کے جوار میں مسجد بنانے کوتمام علماء نے جائز بتایا ہےاورقرآن شریف سے اس کا جواز اس آیت سے نکلتا ہے جس کو''ہمدرد'' نے لکھا ہے آپ اُس کو بغور ملاحظہ کیجئے وہ مساجد بنانے والے خوش اعتقاد واچھے لوگ تھے جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے اُنہوں نے مسجد مسلمانوں کے لئے بنوائی تھی جیسا کہ مدارک سے معلوم ہوتا ہے۔ابن کثیر کا اپنا خیال قابل احتجاج دیگر کبار علماء کے مقابل نہیں ہے جس حدیث سے اُنہوں نے استدلال کیا ہے وہ حدیث اُن کے مدعا پر دلالت کرنے سے قاصر ہے۔

آپ خود ملاحظہ کیجئے کہ **لنتخذن علیهم مسجدًا**(سورۃ کھف،آیت۲۱) ہم ضروران کے پاس ایک مسجد بنائیں گے۔قرآن میں بلاانکار اوراعتراض کے مذکور ہے اورعلی بمعنی عند کے ہے اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں علی باب الکھف برخلاف حدیث کے کہ اسی میں مذکور ہے کہ **اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد** ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کومسجد بنالئے۔خودقبروں کووہ سجدہ گاہ بناتے تھے قبروں کومسجد کرنا اوراُن کےقرب میں مساجد بننا دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ کرسکتے ہیں۔اس سے تعارض دونوں نصوں میں نہیں ہے اسی وجہ سے ہم قرآن پربھی عمل کرتے ہیں اورحدیث پربھی اور کہتے ہیں کہ قرب مقابراور جوار صالح میں مسجد بنانا مستحسن ہے مگرقبر پرمسجد بنانا ناجائز ہے پہلا امرقرآن سے ثابت ہےاور دوسراحدیث سے ثابت ہے۔

ہاں جولوگ اس آیت سے بناعلی القبورکے جواز پراستدلال کرتے ہیں اُن کی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔باوجوداس کے خفاجیؔ اورروح المعانیؔ والے میں زمین

آسمان کا فرق ہے پھر موخر الذکر منسوب بتوہّب ہیں۔ ان کے اقوال اُن کے بدعات کی تائید میں قابل قبول نہیں ہیں۔ بیضاویؒ اور امام رازیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ جو تصریح کرتے ہیں وہ قوی ہے۔ آلوسیؒ نے جو دلیل بیان کی ہے وہ بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ ابھی وہ جو ابن کثیر نے لکھی ہے آپ خود اُس پر غور کریں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قبور کو مساجد بنانا اور ان کی عبادت کرنا امر آخر ہے اور قبور کے کنارے مسجد بنانا امر آخر ہے۔ حضور کا سر بسجود ہونا مقابر میں خصوصًا لیلۃ البرأت میں متواتر ہے۔ اب رہ گیا مقابر پر قبّوں کا بنانا مجھے بہت حیرت ہوئی کہ جب تلاش کیا تو اس کی ممانعت پر کوئی نص نہین ملی آپ کی صرف وہی حدیث جس کو میں نے آپ سے زبانی عرض کیا تھا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عن البناء علی القبور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع کیا۔ یہ حدیث حصول مدعا میں غیر کافی ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ نہی سے کیا مراد ہے نہی تحریمی یا تنزیہی۔ بظاہر نہی تنزیہی ہے جیسا کہ اس طریقۂ ادا سے ارشاد فرمایا ہے نہی عن تشئید البناء مضبوط کرنے کو مکانات کے آپ نے روکا۔ یہ روک ظاہر ہے کہ تنزیہی تھی ورنہ بڑے بڑے عمارات سب کھدوا کر پھینک دینا چاہیے پھر بناء علی القبر سے کیا مراد ہے آیا اس کے گرداگرد کچھ بنانا یا اُس پر بنانا احتمال ہوتا ہے کہ عند کے معنی میں علی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی مجازی ہیں لہٰذا اس سے خود نفس قبر پر بنانیکی ممانعت نکل جائے گی کیونکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز درست نہیں ہے بفرض یہ احتمال مان بھی لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ حکم عام قبور کا ہے مخصوص قبور کا نہیں ہے۔ اس امر کی تخصیص علماء کی عبارات سے ہے اور خود حضور اقدس کے مزار سے ہے کہ اندر حجرۂ حضرت عائشہ کے ہوا جو مُسقّف تھا۔ گنبد کی تو اُس وقت مسجد بھی نہیں تھی جیسی

حیثیت مسجد کی تھی ویسی حجرۂ حضرت عائشہ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مرمت کرائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نئے سرے سے اس کی تعمیر کرائی اور صحابہ کے وقت میں بلا انکار کے قبور پر منڈھوار جسے قبّہ کہتے ہیں ہونا ثابت ہے۔ بعض نے اس کی مخالفت کی تو وہ بھی بطور کراہت تنزیہی کے ہے۔ نہی خود اس کے امکان وقوع پر دلالت کرتی ہے اور نہی چونکہ تنزیہی ہے تو اس کا اثر اسی قدر ہوگا جو دیگر امور خلاف اولیٰ کا ہے۔ ملابس اور مساکن وعمارات وغیرہ میں جتنی جتنی وسعت ہوتی گئی، مال میں ترقی ہوتی گئی۔ زندوں اور مردوں دونوں کی یکساں حالت ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ صیغہ نہی یعنی **لا تفعل** سے چاہے تحریم ثابت ہو مگر لفظ نہی سے جس کے معنی روکنے کے ہیں تحریم کا بلا قرینہ ثابت ہونا غیر مسلم ہے ورنہ اسی لفظ سے گرم کھانے سے منع کیا ہے۔ ہر روز کنگھی سے منع کیا ہے۔ دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے روکا ہے۔ دودھ والے جانوروں کے ذبیحہ سے روکا ہے۔ یہ سب بھی حرام ہو جائیں گے۔ ہاں بعض محرمات کو بھی اسی لفظ سے روکنے کا ذکر ہے تو اُن کی تحریم دوسری نصوص سے ثابت ہے سو اس واسطے تحریم کا حکم ان پر دیا جاتا ہے لفظ نہی سے تحریم ثابت نہیں کی گئی ہے اول درجہ ممانعت کا مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے وہی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہ بات فروگزاشت نہ ہونا چاہیے کہ خلاف اولیٰ کسی امر آخر سے اور سبب قوی سے مستحسن بلکہ اگر مقدمہ واجب ہو جائے تو واجب ہو جاتا ہے وہ کچھ حرام نہیں ہے جس کا ازالہ لازم ہو۔ بلکہ حرام ظنی بھی حسب تصریح قاضی شوکانی کے اس قابل ہے کہ اُس پر سکوت کیا جائے تو جو لوگ قبّہ کی تحریم کے قائل ہیں وہ بھی سکوت ہی کو مقدم کرتے ہیں۔

میں نے باتباع اخی المعظم مولٰینا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ تنزیہی کا قول اختیار

کیا ہے ورنہ عام علماء واکابر نے قبور صلحا پر قبہ بنانا مستحسن لکھا ہے۔فقہا کی عبارت میں یا مجتہدین کے ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہے اور تخصیص کسی کی نہیں ہے حالانکہ نصوص فقہی اکثر مطلق بولے جاتے ہیں۔مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اس کی تخصیص اور قید ظاہر کر دی جاتی ہے۔چنانچہ ان احکامات مطلقہ کی قید بھی فقہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوفہ یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان کے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ اُن پر فاتحہ پڑھنے کے لیے جو لوگ آتے ہیں اُن کو راحت ہو لوگوں کی نظروں میں عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو وغیرہ ذلک۔

قبور پر قبّوں کی بجنسہ وہی حالت ہے جو مساجد کی ہے۔ولید کی بنائی ہوئی مسجد ابان بن عثمان کو ناپسند ہوئی کیا شاندار مسجدیں جو سلف کے زمانہ میں تھیں اگر وہ کھود ڈالی جائیں تو بتایئے کہ یہ سنت ہوگا یا بدعت۔میرے نزدیک تو بدعت ہے اس واسطے کہ اس قسم کے استحکام دنیا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رسم ورواج کے اعتبار سے روکا تھا اور مصارف کی تقلیل کی وجہ سے باز رکھا تھا ورنہ کوئی ایسی شی نہ تھی کہ روکی جاتی۔اب یہ کہنا کہ اس کے اندر بدعات ہوتے ہیں بغرض تسلیم اُن کو روکا جاسکتا ہے مکانات اور عالی شان محلات میں تو محرمات ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے مکان نہیں گرادیا جاتا ہے اگر کسی کا مکان گرایا جائے تو اُس کی توہین ہے یا نہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ ان وحوش کو اس سے کیا فائدہ ہے۔

اس پر ہم صبر کرتے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ خانہ کعبہ کی وقعت اتنی قلوب اہل اسلام میں نہیں جتنی مدینۂ طیبہ کی عظمت ومحبت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔امام شافعی تو جدار کعبہ کو سمت قبلہ ہونے کے قائل ہیں امام ابو حنیفہ تو فضا کافی سمجھتے ہیں۔قوی

اندیشہ ہے کہ لوگ 'جدار' ہی کو قبلۂ عبادت سمجھیں اس واسطے اگر ایک موحد جذبۂ توحید میں آ کے اس کو ڈھادے تو پھر کون اعتراض ہوسکتا ہے کیا یہ منشاء لارڈ کچز کا جس کی بنا پر خدام کعبہ قائم ہوئی نہیں پورا ہوسکتا ہے۔ اس کو ذرا غور وفکر سے ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے جس قدر اندیشے ہیں سب ایک ایک کر کے پورے ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پورا نہ کرے ورنہ مرکز اسلامی تشریف لے جاوے گا۔ مگر اب کہاں رہا ہے؟

تیسرا امر تعمیر قبور کا ہے۔ میں اس جگہ اپنا عقیدہ اپنے جد اکرم مولانا عبدالرزاقؒ قدس سرہٗ کی عبارت میں پیش کیے دیتا ہوں جو نصوص شرعیہ متواترہ ومتفقہ پر مبنی ہے۔ اس پر بھی کہتا ہوں کہ کسی کو باور ہو یا نہ ہو مجھے اس پر اعتقاد ہے وہ یہ ہے۔ انور غیبیہ صفحہ ۳ مطبوعۂ مجتبائی۔ اور قبر بمنزلہ جسم کے ہوجاتی ہے پس جو معاملہ کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنے میں روح کو ایذا ہوتی ہے اُسی طرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنے سے روح کو ایذا ہوتی ہے۔ اور جو معاملات زندہ کے ساتھ کرنے سے باعث فرحت روح ہوتے ہیں وہ قبر کے ساتھ کرنے میں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔ پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے قبور کے ساتھ اُن کا حفظ لازم ہے۔ لیکن جو تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے'' یہ عبارت رسالہ مذکور کی ہے۔ علامہ عسقلانی وغیرہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قبور کفار تو کھودے جاسکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کھودی جاسکتی ہیں بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے نبش قبور کو بھی روا نہیں رکھا ہے۔ مسلمانوں کی قبور کا کھودنا تو سب کے نزدیک ہتک حرمت اصحاب قبور کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عموماً قبر زمین سے بلند کی گئی ہے خصوصًا آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کہ وہ ایک بالشت یا کچھ کم یا کچھ زائد بلند ہے آپ کا مزار ماہی پشت تھا یا مربع اس میں اول قول ائمۂ ثلاثہ کا ہے اور دوسرا قول امام شافعی کا ہے مگر دونوں کے نزدیک جائز ہے کہ دوسرے قول پر عمل کیا جائے صرف افضلیت اور مسنونیت اور عدم افضلیت میں خلاف ہے۔

اس جگہ ایک حدیث حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ہے جس کو میں نے ذکر کیا افسوس ہے کہ اس کے علاوہ تلاش سے بھی حسن صحیح بلکہ ضعیف بھی کوئی دوسری حدیث نہیں ملی۔ اول تو قصہ حال ہے معلوم نہیں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو کن قبور کے برابر کرنے کا حکم ہوا تھا بظاہر کفار کے قبور کا حکم ہوا ہوگا اس واسطے کہ اُس وقت وہی قبور تھے پھر علت عبادت تھی یا کوئی دوسرا امر پھر اس کی تعیین کہ وہ کتنا بلند ہونے پر برابر کر دی جائے غیر مذکور پر کس شے کے برابر کر دی جائے یہ بھی مجہول۔ ارشاد ہوا ہے **ولا متشرفا الاسویته** نہ کوئی قبر بلند پاؤں میں مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبر مشرف سے مراد وہی قبر ہے جس کو حد سے متجاوز بلند کیا ہو ورنہ چاہیے تھا کہ آنحضرت کے مزار کو بھی زمین کے ساتھ ملا دیتے یہ امر ظاہر ہے اس حدیث کو جمہور اہل سنت نے غیر قابل احتجاج سمجھا اور یہ مسلک صرف بعض کا ہے اس واسطے کہ یہ تمام تر احادیث افعال کے خلاف ہے خود آنحضرت کے روبرو حضرت بلال نے قبر حضرت ابراہیم کو بنایا اور اس پر پانی ڈالا اس سے گارے سے قبر بنانے کا جواز نکلتا ہے اگرچہ پختہ قبر کرنا بھی مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ نہی اس کے بارہ میں وارد ہوئی ہے مگر نشان قبر نہ مٹنے کے خیال سے خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے مزار پر پتھر رکھا تھا وہ اس قدر بڑا تھا کہ جن صاحب کو حکم دیا گیا اُن سے اُٹھ

نہ سکا تو خود اُٹھانے میں مدد دی اس سے پختہ قبر بننے کے جواز پر دلیل لائی جاتی ہے اور وہ حدیث جس میں نہی ہے یا نہی تنزیہی پر محمول ہوگی یا نسخ پر کیونکہ پہلے زیارت قبور کی بھی ممانعت تھی جب اس کا جواز ہوا تو قبر کا قائم رہنا بھی جائز ہوگا۔

قبر پر کتابت کرنے کی بھی نہی ہوئی ہے امام ابوحنیفہ اسی پتھر والی حدیث سے اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ مقصود شارع نشان قبر کا قائم رکھنا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے زمین کی کمزوری کے باعث پختہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے تو تابوت کا اور وہ بھی لوہے کا ہو تو اس کی بھی اجازت دے دی ہے اور علت نہی کو بھی مختلف ظاہر کیا ہے۔ بعض نے بلندی کی بھی کوئی حد نہیں رکھی ہے خصوصًا اہل شرف کے لیے اور واقعہ یہی ہے کہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت تحریمی پر قائم نہیں ہے حتی کہ رفع قبر میں تو شوکانی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ تحریم اس کی ظنی ہے اس وجہ سے سکوت جائز ہے۔ پھر اس کے انہدام کی کیا وجہ ہے۔

الحاصل آپ سمجھ لیں کہ ہم قبروں کی توہین کو مثل زندوں کی توہین کے سمجھتے ہیں اس کو کوئی معمولی امر نہیں سمجھتے۔

تعارف جامعہ چشتیہ ماضی اور حال کے تناظر میں

صوبہ اتر پردیش کا ایک مشہور و معروف ضلع فیض آباد ہے جس کے قصبہ ردولی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس سرزمین میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کی ایک عبقری شخصیت مخدوم الاولیاء حضور شیخ العالم احمد عبدالحق علیہ الرحمہ آرام فرما ہیں جو سلسلۂ صابریہ کے مجدد ہیں جن کی مجددیت کو اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں۔ خانقاہ ردولی شریف اکابر اولیاء اور اکابر علماء کی عقیدت کا گہوارہ اور مرکز رہی ہے۔ مغلیہ حکومت کے اختتام اور برطانوی سامراج کے استحکام نے جماعت اہلسنت کو ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جس سے مسلم معاشرہ میں سنگین مسائل پیدا ہو گئے، پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ اس چنگاری نے فروعی مسائل کے ذریعے اہلسنت والجماعت کی بنیاد کو کمزور کر دیا اور مسلک حقہ جو خانقاہوں میں رائج تھا اس پر بھی انگشت نمائی شروع ہو گئی۔ جس سے ردولی شریف کی معروف خانقاہ بھی متاثر ہو گئی اور اہلسنت والجماعت میں تعلیم کا ایک زبردست خسارہ ہوا۔ ان تمام وجوہات کی پیش نظر ہمدرد اہلسنت حضور نیر ملت (سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف) کے دادا حضور شاہ آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ نے دار العلوم مخدومیہ کی بنیاد رکھی اور بذات خود اس ادارے کی سرپرستی فرماتے رہے یہ اس دور کی بات ہے کہ جب ردولی شریف کے اطراف واکناف میں اہلسنت کا کوئی معتبر ادارہ نہیں تھا۔ پھر آپ کے بعد آپ کے پوتے حضور نیر ملت نے ایک مدت تک سرپرستی فرمائی اور محنت شاقہ سے ادارے کو پروان چڑھایا اور علوم دینیہ واحیاء سنیت نیز تحفظ شریعت کے

لئے سعی خاص فرماتے رہے مگر کلی طور مسلک حقہ کی نشر و اشاعت ہونے میں چند شدت پسند علماء کی ذات مانع رہی ۔ پھر آپ اس ادارے سے دستبردار ہو گئے ۔ چونکہ اسلامی بیداری کی لہر نے اس بات کا شدید احساس پیدا کر دیا تھا کہ تحریکی ضروریات کی بنیاد پر ایک جامع ،مناسب، متحرک اور مؤثر نظام تعلیم و تربیت ترتیب دیا جائے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک طرف اگر طلبہ میں علوم دینیہ کی ماہرانہ صلاحیت پیدا کرے تو دوسری طرف ضروری عصری علوم سے بھی انھیں بہرور کرے چنانچہ اسی احساس کے تحت ۱۹۹۹ء میں خانقاہ شیخ العالم میں جامعہ چشتیہ کی بنیاد رکھی اور اپنی خاص توجہ سے یہاں ایک جامع اور مربوط نصاب تعلیم نافذ العمل کر دیا جس میں اسلامیات اور عربی زبان وادب کے ساتھ بعض اہم عصری مضامین کو ایک خاص توازن کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔ نیز شریعت مطہرہ کی تدریس کے لئے تقابلی انداز اختیار کیا گیا کہ مسلکی تعصب کا خاتمہ ہو اور طلبہ اسلامی روح اور اس کی اسپرٹ کو سمجھ سکیں اور رفتہ رفتہ حضور نیر ملت کی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے یہ ادارہ ایک جامعہ کی شکل اختیار کر گیا اور تقریباً پندرہ سو طلبہ وطالبات زیور تعلیم وتربیت سے آراستہ ہو رہے ہیں جن میں دوسو سے زائد بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام وانصرام خود ادارہ کے ذمہ میں ہے۔

چنانچہ ادارہ بحیثیت جامعہ نہایت ہی منظم تعلیم کے ساتھ اپنی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ اسلامیات سے متعلق شعبۂ حفظ قرآن بہ رعایت تجوید وحدر، شعبۂ قرأت بہ روایت حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ، درس نظامیہ از اعدادیہ تا فضیلت، مدارس اسلامیہ کا انتخاب شدہ عالم کا کورس ،شعبۂ تصنیف وتالیف، اسلامی معلومات عامہ اور طلبہ کی معلومات عامہ کے لئے مرکزی نظامی (دارالمطالعہ)

لائبریری کا قیام نیز عوام وخواص کو مسائل شرعیہ سے آشنا کرانے کے لئے ۲۰۰۹ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

ردولی اور اطراف ردولی میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کے لئے شعبۂ پرائمری اول تا پنجم مضامین اردو، ہندی، انگریزی، دینیات، اسلامی سائنس اور جغرافیہ وغیرہ ۔یونہی چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول گورمنٹ کے منظور شدہ کورس کے ساتھ اسلامی تواریخ بھی داخل ہیں۔جامعہ، پرائمری وہائر سکنڈری اسکول میں تدریسی وغیر تدریسی ملازمین کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے۔

جامعہ چشتیہ کا اگلا منصوبہ چشتیہ گرلس کالج کا قیام ہے معاشرے میں بگڑتے ہوئے ماحول اور تعلیمی فقدان کو مدنظر رکھتے ہوئے قوم کی بچیوں کو علوم دینیہ وعصریہ سے مزین کرنے کی فکر نیر ملت کے دامن گیر ہوئی۔اور اسی فکر کی تعمیل کے لئے محلہ پورے میاں میں ایک وسیع آراضی جو ۶ بیگھے پر مشتمل ہے، کی بنیاد ۲۰۱۰ء میں آپ کے دست اقدس سے رکھ دی گئی ہے اور اس کا تعمیری کام جاری ہے جس کی لاگت تخمیناً تین کروڑ روپئے ہے۔

یہ سارا کچھ مخدوم الملت والدین کا فیض اور حضور نیر ملت کی کدوکاوش کا ثمرہ ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر ادارے کو حاسدین کی حسد سے محفوظ ومامون رکھے اور حضور نیر میاں صاحب قبلہ کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے۔آمین۔

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

ناظم اعلیٰ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

پوسٹ ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی (انڈیا) پن کوڈ - 225411

ملک بھر میں کہیں سے بھی بینک آف بڑودہ کی کسی بھی شاخ سے رقم مدرسہ کے حسب ذیل اکاؤنٹ میں کور بینکنگ کے ذریعہ سیدھے منتقل کی جاسکتی ہے:

1. A/C FOR CHISHTIA SCHOOL

CHISHTIA SCHOOL A/C NO - 27550100015088
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

2. A/C FOR ZAKAT FUND

MADARSA JAMIA CHISHTIA
A/C NO - 27550100003050
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

3. A/C FOR GENERAL FUND

CHISHTIA EDUCATIONAL SOCIETY
A/C NO - 27550100000819
IFSC CODE - BARB0RUDUAL
MICR CODE - 225012502, BANK OF BARODA,
RUDUALI BRANCH

Web:- www.makhdoom-e-rudauli.org
E-mail: - jamiachishtia@yahoo.co.in